اُردواورترکی کے مشترک الفاظ کے مطالعے کی روایت

طارق محمود ہاشمی

Abstract

Urdu and Turkish have some deep linguistical connections because of historical and cultural relations. Many words, idioms and phrases are common between these languages. This common glossary has been studied scholarly in field of Urdu linguistics. Researchers and lexicographers have taken interest in this field. Insah allah khan insh, Ali Bahadur Khan, Dr Mohammad Sabir, Abdullah Kheshgi, PurdilKhattak, Dr GoharNoshahi, Dr AbidaHanif, Dr Ghulam Hussain Zulfiqar, Zainab Ozon, Dr Asghar Hameed and Dr Muhammad Imtiaz have written some valuable books on this topic.

زبانیں جہاں ایک دوسرے سے بہت مختلف اور اپنے باطن میں لسانی بُعد رکھتی ہیں، وہاں الفاظ، محاورات،ضرب الامثال اورقواعدواملا کی بنیادوں پرایک دوسرے کےقریب بھی ہوتی ہیں اور یہ لسانی قربتیں بعض اوقات حیرت ناک نتائج تک رسائی کا باعث بھی بنتی ہیں۔مثلاً عربی اورانگریزی دوقطعی مختلف زبانیں ہیں اور ان کے رسم الخط بظاہرکوئی قربت نہیں رکھتے لیکن حروفِ ابجد کی ترتیب سے دیکھا جائے تو نہ صرف بہت سے حروف کی بنیاد ایک نظر آتی ہے بلکہ مجموعی ترتیب میں بھی ایک حیران کن یکسانیت دکھائی دیتی ہے۔

زبانوں کی قربت کے حیران کن نکات کا مطالعہ تاریخی لسانیات کے ماہرین کرتے رہے ہیں اوراس علمی ورثے کو دیکھا جائے تو زبانوں کی لسانی جہات کے ساتھ ساتھ اقوام کے مابین تہذیبی قربتوں کے آثار بھی سامنے آتے ہیں۔سید قدرت نقوی نے کسی زبان کے ذخیرہ الفاظ کی بابت قطعی طور پر بجا لکھا ہے کہ:

> ’’کوئی زبان ایسی نہیں ہے کہ جس میں دوسری زبانوں کے الفاظ شامل نہ ہوں، کسی میں بکثرت اورکسی میں قلیل۔‘‘ [۱]

> ’’زبانیں نہ صرف ایک دوسرے سے لفظ قبول کرتی ہیں بلکہ ان کے مابین لسانی سطح پر کئی ایک اشتراکات پائے جاتے ہیں۔جن کے علمی مطالعے کئی ایک سطحوں پر کیے جاتے رہتے ہیں اور ماہرین لسانیات نے اس سلسلے میں بعض دلچسپ اورحیران کن نتائج مرتب کیے ہیں۔زبانوں کے مابین لسانی ربط ضبط کا باقاعدہ مطالعہ تقابلی لسانیات (Linguistics Comparative)

> کہلاتا ہے۔انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق لسانیات کے اس شعبے میں دو یا دو سے زائد زبانوں کے مابین تعلق کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ ان کا جدی رشتہ کہاں جا کر جڑتا ہے"۲

یہ دلچسپ امر ہے کہ تقابلی لسانیات کے آغاز کار ولیم جونز (William Jones) نے سنسکرت پر تحقیق کی اوراس کے لسانی روابط لاطینی، یونانی اور جرمن سے ظاہر کیے۔

ہندوستان کی سرزمین پر جن اقوام کے نوآبادیاتی نظامِ اقتدار پر اثرات ہیں۔اُن میں ترک بھی شامل ہیں۔تاریخ کے اوراق دیکھے جائیں تو ہندوستان،ترکی اور وسط ایشیائی اقوام کے مابین تجارتی تعلقات بھی گہرے رہے ہیں۔پشاور کے سیٹھی خاندان سے بخارا کے اہلِ تجارت کی تعلق داری،آزربائیجان میں سرائے ملتانیاں اور گلگت وہنزہ میں ترک قبائل کی مستقل سکونت ایسے جغرافیائی آثار سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان اقدام کے مابین کس قدر گہرے تہذیبی وثقافتی روابط رہے ہیں۔

ترکی اور ہندوستان کے باشندوں کے مابین مذکورہ روابط اور بعدازاں مذہبی اشتراک کے باعث ادبی و لسانی قربتیں مزید مستحکم ہوئیں۔یہی وجہ ہے کہ ترکی اور اُردو ہی نہیں بلکہ یہاں کی دیگر کئی ایک اور زبانوں کے مابین بھی لسانی اشتراکات واضح نظر آتے ہیں۔انشااللہ خان انشا نے "دریائے لطافت" میں اردو کے ذخیرہ الفاظ کے بارے میں لکھا ہے کہ:"باالجملہ زبان اردو مشتمل است بر چند زبان،یعنی عربی وفارسی وترکی وپنجابی وپوربی وبرجی و غیرآں"۳ انشااللہ خاں انشا نے اردو کی اس لسانی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے درج ذیل اقتباس دیا ہے جو بہت دلچسپ ہے:

> "واللہ باللہ تمام شب باجی جان یہی کہتی تھیں کہ مجھے چھوٹے بھائی پر بہت تپا آتا ہے کہ ناحق ناحق تگاجی کو ساتھ لے کر پایندہ بیگ کھبے کے گھر دوڑ دوڑ کے جاتا ہے،ایسا نہ ہو کہ اس جھلے کی دوستی میں اپنا سر کٹوادے،میں نے کہا آپ کاہے کو کڑھتی ہیں،اس لڑکے کا اللہ بیلی ہے،پایندہ بیگ کیا ہے" ۴

اردو اور ترکی کے مشترک الفاظ کی جانب جہاں ماہرینِ لسانیات نے انہی تحریروں میں علمی نشان دہی کی ہے وہاں اس باب میں لغات اور کتب کی صورت میں جامع مطالعات بھی کیے گئے ہیں۔

اس سلسلے میں پہلی اہم کاوش "ترکی زبان"(۵) کے عنوان سے علی بہادر خان کی مختصر تصنیف ہے۔ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری کے مرتب کردہ ریکارڈ کے مطابق یہ اُردو اور ترکی کی پہلی ذولسانی لغت بھی ہے۔(۶) اس کے ابتدائی صفحات میں اُردو اور ترکی کے لسانی قواعد پر بحث کرتے ہوئے بعض اشتراکات واختلافات پر روشنی ڈالی گئی ہے جبکہ آخری صفحات میں ترکوں کی صحافتی زبان کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔کتاب میں شامل بعض

اخبارات کے نمونوں پر مشتمل ضمیمہ جات یہ واضح کرتے ہیں کہ مصنف کے پیش نظر چند ایسے صحافتی تقاضے ہیں، جن سے اردو رسائل و جرائد سے وابستہ اہلِ قلم کو آگاہی دینا ہے۔

ترکی اور اردو کے مشترک الفاظ نیز دونوں زبانوں کے مابین لسانی روابط اور قواعد کی مماثلت پر ڈاکٹر محمد صابر کی ''ترکی اردو لغت'' (۷) ایک اہم علمی دستاویز ہے۔ اس لغت کی لسانی اہمیت کے پیش نظر لسانی سوسائٹی نے اس کے دوسرے ایڈیشن کا بہ طور خاص اہتمام کیا۔

اُردو لسانیات اور قواعد زبان کے مباحث کے تناظر میں ڈاکٹر محمد صابر نے ''ترکی اردو لغت'' میں اُن مباحث کو بھی شامل کیا ہے۔ جو اس سے قبل لسانیات کے مختلف موضوعات پر مقالات کی صورت میں شائع ہوتے رہے۔ ان خیالات کے مندرجات پر غور کیا جائے تو یہ بات بغیر کسی باک کے کہی جا سکتی ہے کہ وہ اُردو اور ترکی کے لسانی روابط پر بصیرت مندانہ نظر رکھتے ہیں۔ اُن کی بعض تحقیقات ایک نادر تاریخی تناظر رکھتی ہیں اور انھوں نے دونوں زبانوں کو کسی سماجی یا عالمی استعماری حیثیت کے دائرے سے باہر نکل کر دیکھا ہے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

> ''بدھ ازم کو قبول کرنے سے ترکی (اور منگولی) زبان پر سنسکرت زبان کا بہت اثر ہوا۔ یہی نہیں بلکہ بعض علاقوں میں ترکی زبان کو سنسکرت رسم الخط میں لکھا جانے لگا۔ حروفِ تہجی اور ہندسوں کی شکلیں تقریباً بالکل ایسی تھیں جیسے آج بھی بھارت کے بعض علاقوں میں رائج ہیں۔'' (۸)

اپنے اس تحقیقی بیانیے کی تصدیق میں موصوف نے ترکی و تاتاری زبان کے بعض ایسے الفاظ بہ طور مثال پیش کیے ہیں جن کی اصل سنسکرت ہے۔ مثلاً اچاری (اچاریہ)، درم (دھرم)، زبان (نروان)، سادو (سادھو)، شلوک (اشلوک) اور بخشی (بھکشو) وغیرہ۔

اُردو اور ترکی کے الفاظ کے اشتراک کا مطالعہ جن علمی دستاویزات میں محفوظ ہے۔ اُن میں ''فرہنگ عامرہ'' کو کسی طور نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہ فرہنگ، محمد عبداللہ خان خویشگی نے تالیف کی ہے جس میں اردو کے ان تمام الفاظ کو جمع کیا گیا ہے جو عربی، فارسی اور ترکی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ ایک نہایت وقیع تحقیق اور جاں فشانی سے کیا ہوا کام ہے۔ اس کے اوراق کو دیکھیں تو ان کا یہ دعویٰ بہت حد تک درست معلوم ہوتا ہے کہ:

> ''یہ فرہنگ ان الفاظ کے ایک قیمتی خزانے سے معمور ہے جو ہماری زبان کی زینت ہیں۔'' ۹

ابتدا میں عبداللہ خان خویشگی نے ایک عالمانہ دیباچہ رقم کیا ہے۔ جس میں اپنے لغت کی نہ صرف مصنوعی اہمیت اجاگر کی ہے۔ بلکہ زبان کی صحت اور تفہیم میں کسی اہم فرہنگ کی علمی حیثیت بھی اجاگر کی ہے۔ آپ نے ڈاکٹر جانسن کی انگریزی لغت کی پذیرائی کے مقابلے میں خان آرزو کی فارسی لغت سے بے اعتنائی پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے اس امر پر اپنا رنج بھی رقم کیا ہے کہ ہمارے ہاں لغات کی تجدید کی روایت نہیں ہے۔

''فرہنگ عامرہ'' میں الفاظ کا اشتراک محض بر بنائے اردو و ترکی نہیں بلکہ عربی و فارسی بھی ہے۔ اس لغت

میں مولف نے الفاظ کے معانی کے ساتھ ساتھ تلفظ کی بھی توضیح کی ہے۔اس سلسلے میں اعراب اور ترکیبی علامات کا التزام کیا ہے۔انہوں نے کئی ایک ایسے علمی اقدامات اٹھائے کہ جن سے اس لغت کو بھر پور جدید قالب میں ڈھالا جا سکے۔لیکن اُردواورترکی کے مشترک الفاظ کے مطالعے کے سلسلے میں اس لغت میں ایسے کسی اشارے کا اہتمام نہیں کیا گیا۔جس سے اس امر کی نشاندہی ممکن ہو سکے کہ فلاں لفظ کی اصل ترکی ہے۔

''فرہنگ عامرہ'' کی تالیف کی علمی کاوش اپنی جگہ لائقِ ستائش ہے لیکن کسی لغت کی تشکیل وترتیب میں الفاظ کی اصل کے بارے میں علامات کا اندراج ضروری ہوتا ہے،جس سے الفاظ کی اصل نیز اُن کی لسانی نوعیت سے آ گاہی ہوتی ہے۔''فرہنگ عامرہ'' کے مولف نے نہ تو الفاظ کی اصل کے بارے میں کوئی شناسائی بہم پہنچائی ہے نہ ہی اُن کی صرفی حیثیت کے بارے میں کوئی اشارہ دیا ہے۔

اردواورترکی کی مشترک الفاظ کے مطالعے کے سلسلے میں دوسری اہم کاوش پُردل خٹک کی تالیف''اردواور ترکی کے مشترک الفاظ''ہے۔بقول مولف:

> ''اس فہرست میں ایسے الفاظ جمع کیے گئے ہیں جو بہت ہی معمولی فرق کے ساتھ آج بھی ترکی اور پاکستان دونوں میں مستعمل ہیں۔'' [۱۰]

اس تالیف میں الفاظ کوترکی کے موجودہ رومن حروفِ تہجی کو سامنے رکھتے ہوئے ترتیب دیا گیا ہے۔ابتدا میں مختصر سا دیباچہ ہے جس میں ترکی کے چند حروف اوران کی اصوات کے بارے میں کچھ ضروری وضاحتیں کی گئی ہیں۔

''اُردواورترکی کے مشترک الفاظ''اس اعتبار سے ماقبل تالیفات سے قدرے مختلف ہے کہ مولف نے دونوں زبانوں کے معروضی اور زمینی حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے عربی اور فارسی سے ماخوذ یا مستعمل الفاظ کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان کے بھی ایسے الفاظ کی جستجو کی ہے جو اُردواورترکی میں مشترک طور پر بولے جاتے ہیں۔

یہ تالیف اگرچہ لغت کے نقطہ نظر سے ترتیب نہیں دی گئی تاہم مولف نے جہاں ضروری خیال کیا ہے، وہاں الفاظ کے معنی بھی فراہم کر دیے ہیں۔مثلاً ارم(باغ) کورا(اندھا)،کوچک(چھوٹا)،ملک(فرشتہ)وغیرہ۔

مؤلف نے چونکہ دیباچہ بہت ہی مختصر رقم کیا ہے لہٰذا بعض ترکی الفاظ کے آگے دیے گئے اشاروں کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں ہے کہ ان کا کیا مفہوم ہے۔مثلاً بعض الفاظ کے آگے بریکٹ میں Rare لکھا ہے جب کہ بعض کے آگے Obs رقم ہے۔اس طرح مؤلف نے اردواورترکی کے بعض مشترک الفاظ کے مابین صوتی اختلافات کے بارے میں بھی زیادہ توضیح نہیں کی جو ناگزیر تھی۔

اردو اور ترکی کے مشترک الفاظ کے سلسلے میں ممتاز محقق ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی تالیف''فرہنگِ مشترک''ایک منفرد علمی کاوش ہے جس میں صرف اردواورترکی ہی کے مشترک الفاظ پر توجہ نہیں کی گئی بلکہ تنظیم برائے

اقتصادی تعاون (ECO) میں شامل دس مما لک کی زبانوں میں سے 7500 سے زائد مشترک الفاظ جمع کیے گیے ہیں۔ابتدا میں مؤلف نے ایک مفصل عالمانہ دیباچہ رقم کیا ہے جس میں ای سی او مما لک کے مشترک تہذیبی،ثقافتی اورلسانی آ ثار کی تحسین کی گئی ہے۔بقول مؤلف:

''بنیادی مقصد اسی مشترک لسانی ورثے کی نشاندہی کرنا ہے۔ہدف یہ ہے کہ ای سی او مما لک میں رائج زندہ لسانی ذخیرے کو سامنے رکھ کران وسیع تر امکانات کا جائزہ لیا جائے جوان مما لک کے درمیان ابلاغ عامہ کے ذریعے تعاون اور پائیدار ہم آہنگی کا سبب بن سکتے ہیں۔یہ بات باعثِ افتخار ہے کہ ان امکانات کا احساس سب سے پہلے پاکستان میں کیا گیا ہے اور فرہنگِ مشترک کی وساطت سے پاکستان کو ان کوششوں میں اولیت حاصل ہو رہی ہے۔''[۱۱]

''فرہنگِ مشترک'' کو زیادہ معتبر بنانے کے لیے مؤلف نے ایک مجلس استناد (Standardization committee) بھی تشکیل دی جس میں ای سی او مما لک کے ممتاز ماہرین لغت کو شامل کیا گیا ہے۔ان ماہرین میں ڈاکٹر گوہر نوشاہی (اردو، آذری) جناب تاش مرزا (ازبکی)، اسد اللہ (ازبکی،دری)، شاہ مردان قلی مرادی (ترکمن)، ڈاکٹر امتیاز بیگم (ترکی) ڈاکٹر علی رضا نقوی،ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی (فارسی) جناب جاندوس (قازق) خانم نگار خال مرزا،ڈاکٹر شاہد لطیف (قرغیز) شامل ہیں۔

اس فرہنگ میں الفاظ کی ترتیب اردو میں موجودہ ترتیبِ الفاظ کے مطابق ہے۔لفظوں کے اشتراک کو ظاہر کرنے کے لیے گیارہ خانوں پر مشتمل ایک جدول بنائی گئی ہے۔ دس خانوں میں بالترتیب اردو (پاکستان)،ازبکی (ازبکستان)،آذری (آذربائیجان)،تاجکی (تاجکستان)،ترکی (ترکی)،ترکمن (ترکمانستان)، دری (افغانستان)، فارسی (ایران)، قازق (قازقستان) اور قرغیز (قرغیستان) الفاظ کا اندراج کیا گیا ہے، جبکہ ا?خری خانے میں اُس لفظ کو رومن میں نقل کیا گیا ہے۔

''فرہنگِ مشترک'' کے مطالعے سے اردواورترکی کیمشترک الفاظ کی ا ? گاہی کے ساتھ ساتھ اردو زبان کی لسانی وسعت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔اس سلسلے میں مولف ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے بعض اہم تحقیقی نتائج بھی مرتب کیے ہیں۔جو نہ صرف لغتیات (Lexicography) کے باب میں اہم ہیں بلکہ تاریخ،جغرافیہ اور لسانی مطالعات کے حوالے سے بھی ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

اُردو ترکی اور وسط ایشیائی زبانوں کے مشترک الفاظ کے مطالعے کی روایت میں یہ تالیف جس قدر اہم ہے۔اتنی ہی نایاب ہو چکی ہے اس کی وجہ شاید بعض علمی مطالعات کی ریاستی بیانیے سے جڑت ہوتی ہیاور جب اُس بیانیے کی اہمیت کم ہو جاتی ہے یا نہیں اپنی تو علمی مطالعات کو بھی وقعت نہیں دی جاتی۔

اُردواورترکی کے مشترک الفاظ کے مطالعے کی روایت میں نمل کے شعبہ ? ترکی کی استاد عابدہ حنیف کی

تالیف ''اردو ترکی لغت'' بھی بعض حوالوں سے اہم ہے۔ دیباچے میں مولفہ نے اردو اور ترکی کے مابین تاریخی و تہذیبی روابط پر روشنی ڈالی ہے۔ انھوں نے سابقہ لغات کی موجودگی میں اپنی کاوش کا جواز یہ پیش کیا ہے کہ:

''بہت سے قدیم اور متروک الفاظ پر مشتمل اشتراکِ زبان کے یہ لغات خاطر خواہ ضرورت پوری نہیں کرتے تھے، چنانچہ زیرِ نظر لغت ترتیب دی گئی۔'' ۱۲

مولفہ نے ابتدا میں اپنے لغت کے جواز کے ساتھ ساتھ ترکی کی تہذیب اور تاریخی شناختی حیثیت پر علمی گفتگو کرتے ہوئے دونوں زبانوں کی زمینی صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے بعض اہم لسانی نکات کو علمی اسلوب میں واضح کیا ہے۔

''اُردو ترکی لغت'' کا ابتدائیہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ پہلی بار کسی لغت میں مشترک الفاظ کی لسانی جڑ کی نشان دہی کی گئی ہے اور دونوں زبانوں پر عالمی سطح کے لسانی اثرات کی روشنی میں یہ معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں کہ مشترک الفاظ کی باعث اشتراک اصل زبان کون سی ہے۔ اس سلسلے میں مؤلفہ نے مشترک الفاظ کے لسانی جغرافیے کو ملاحظہ کرتے ہوئے ان کا کھوج جہاں عربی و فارسی میں نکالا ہے۔ وہاں ان کی جستجو یورپی زبانوں فرانسیسی، انگریزی، اطالوی، یونانی، ہسپانوی اور جرمن میں بھی کی ہے۔

پاک ترکی تعلقات کے تناظر میں مؤلفہ نے تاریخ و تہذیب کے بعض گوشے بھی واضح کیے ہیں۔ ترکی رسم الخط کے بارے میں عام خیال ہے کہ یہ پہلے عربی تھا لیکن اب لاطینی ہے۔ اس سلسلے میں عابدہ حنیف کا خیال ہے:

''آج تک ترکی زبان کے لیے تقریباً اٹھارہ رسم الخط استعمال ہو چکے ہیں۔ اسلام لانے کے بعد ترکوں نے عربی رسم الخط اختیار کیا۔ سلطان محمد ثانی کا ایک فرمان ایغوری اور عربی رسم الخط میں موجود ہے۔ مصطفیٰ اتاترک کی حکومت نے ترکیہ میں عربی رسم الخط کے بجائے لاطینی رسم الخط رائج کیا۔'' ۱۳

ترکی رسم الخط کی تبدیلی کے سلسلے میں مؤلفہ نے جس تاریخی نکتے کو بیان کیا ہے۔ اُس کی تفصیل فراہم نہیں، جس سے علمی تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔

اُردو اور ترکی کے مشترک الفاظ کے مطالعے کی اہمیت جہاں تہذیبی و تاریخی ہے۔ وہاں ان کی تدریسی افادیت سے بھی انکار ممکن نہیں ہے۔ اس حوالے سے شعبۂ اردو پنجاب یونیورسٹی لاہور اور شعبۂ اردو استنبول یونیورسٹی ترکی کے سابق استاد ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے محترمہ زینب اوزون کے اشتراک سے ایک نہایت دلچسپ تالیف ''ترکی کے ذریعے اردو سیکھیے'' پیش کی ہے یہ اُردو صرف و نحو کا ایک جامع مطالعہ ہے اور چونکہ ترکوں کو اردو سکھانے کی غرض سے تالیف کی گئی ہے تو اس کے صفحات میں بہت سے لسانی اشتراکات ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ یہ دلچسپ کتاب بہ یک وقت اردو اور ترکی دونوں زبانوں میں رقم کی گئی ہے اور دونوں زبانون کے طالب علموں کے لیے مفید

ہے۔بقول مولف:

''ہم قواعدِ زبان اردو پر یہ مختصر تالیف اردو اور ترکی دونوں زبانوں میں پیش کر رہے ہیں۔بنیادی طور پر یہ اردو گرامر اُن ترک طلبا کے لیے تیار کی گئی ہے جو یونیورسٹی کی سطح پر اس زبان کو اختیاری مضمون کے طور پر لیتے ہیں۔تاہم یہ ان لوگوں کے بھی کام آ سکتی ہے جو اپنے طور پر اردو سیکھنے کا شوق رکھتے ہیں۔اس طرح یہ تالیف اُن پاکستانی طلبا کے بھی کام آ سکتی ہے جو ترکی زبان سیکھتے ہیں۔اگر چہ اس میں ترکی زبان کے قواعد بیان نہیں کیے گئے مگر ان مماثلتوں کے ذریعے جو اُردو اور ترکی میں پائی جاتی ہیں،ترکی زبان کے مزاج کی ایک جھلک اس میں دیکھی جا سکتی ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ترکی زبان کے قواعد اردو میں پیش کیے جائیں تا کہ یہ دو طرفہ سلسلہ زیادہ سے زیادہ مفید ثابت ہو سکے۔'' [۱۴]

مؤلفین نے اردو سیکھنے والے ترک طلبہ کی رہنمائی کے لیے اردو زبان کے کئی ایک دلچسپ لسانی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔قواعدِ زبان سے متعلق اردو کی مختلف کتب سے استفادہ کرتے ہوئے ترک طلبہ کے بہت سے معاملات کو سہل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے لیے بعض غیر ضروری جزئیات کے گریز کو ضروری خیال کیا گیا ہے۔اس کتاب میں الفاظ و محاورات،ضرب الامثال اور دیگر لسانی نزاکتوں کو واضح کرنے کے لیے جو مثالیں دی گئی ہیں وہ عصری ماحول سے مطابقت رکھتی ہیں،جس سے کتاب کی دلچسپی میں اضافہ ہو گیا ہے۔

اردو اور ترکی کے مشترک الفاظ جس قدر علمی کاوشیں سامنے آئی ہیں،اُن میں اس تالیف کی یہ خصوصیت قابلِ ذکر ہے کہ اس میں الفاظ کے معنی تلفظ کے ساتھ ساتھ ان کے محل استعمال کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

زبانوں کی ترویج و اشاعت،ترمیم و اضافہ یا ردو قبول کا عمل اکثر اوقات حکومتی مشینری کے زیر اثر ہوتا ہے۔خصوصاً جب کسی خطے پر نو آبادیاتی حکمران اپنا تسلط قائم کر لیں یا کوئی ایسی حکومت تشکیل پائے جو اُن کے سخت ردِعمل کے طور پر وجود میں ا?ئے۔ان سیاسی عوامل کے باعث زبان کے اندر الفاظ داخل بھی کیے جاتے ہیں اور خارج بھی۔

دنیا کی کم و بیش تمام زبانیں اس عمل سے گزری ہیں۔اس صورتِ حال کا سامنا ترکی زبان نے بھی کیا اور اُردو زبان نے بھی۔''ترکی اور اردو زبان کے مشترک الفاظ'' کے عنوان کے تحت اصغر حمید کی تالیف مذکورہ حقائق کی روشنی میں بہت اہم ہے،جس میں ترکی زبان کی بعض معاصر زمینی صداقتوں سے بھی پردہ اُٹھایا گیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''انقلاب ترکی ۳۲۹۱ء۔۹۱۹۱ء کے بعد ہزاروں عربی فارسی الفاظ کو جو صدیوں سے استعمال ہو رہے تھے،ترکی زبان سے خارج کر دیا گیا اور اُن کی جگہ قدیم ترکی الفاظ کو پرانی کتابوں سے نکال کر یا ترکی زبانوں سے درآمد کر کے یا کچھ نئے الفاظ ایجاد کر کے شامل کر دیا گیا۔بالکل اسی

طرح جیسے کہ ہمارے ملک میں ہندی کو قومی زبان بنائے جانے کے بعد فارسی، عربی اور انگریزی الفاظ کو خارج کر کے اُن کی جگہ ٹھیٹھ سنسکرت کے اجنبی اور غیر مروج الفاظ ہندی میں داخل کر کے یا نئے الفاظ ایجاد کر کے کیا گیا۔ یہ سلسلہ ۱۹۵۰ء کے بعد مذہب نواز ڈیموکریٹک پارٹی جس کے قائد عدنان میندرس تھے، کے برسر اقتدار آنے سے نہ صرف بند ہوا بلکہ میندرس حکومت نے ملک کی باگ دوڑ سنبھالنے کے بعد ایک قانون پاس کر کے ریپبلکن پارٹی کے دورِ حکومت میں نکالے گئے عربی و فارسی الفاظ کو دوبارہ ترکی زبان میں شامل کر دیا''۱۵

ترکی اور اردو زبان کے مشترک الفاظ کو حمید اصغر نے مذکورہ حقائق کی روشنی میں تلاش کیا ہے اور اُن کے اشتراک کا تعین کرتے ہوئے معنی و مفہوم کے رواج پر بھی غور کیا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے بہت سے ایسے الفاظ پیش کیے ہیں جو دونوں زبانوں میں لفظ کی سطح پر تو مشترک ہیں لیکن اُن کے معانی یکساں نہیں یا اُن کا وہ تاثر نہیں جو ایک زبان میں تو ہے لیکن دوسری میں ویسا نہیں ہے۔

اردو اور ترکی کے الفاظ میں اشتراک کے مطالعے کی جہاں مذکورہ مطبوعہ علمی کاوشیں موجود ہیں، وہاں جامعاتی سطح پر ایک اہم کام سندی تحقیق کے لیے ڈاکٹر محمد امتیاز نے'' اردو اور ترکی کے لسانی روابط'' کے عنوان سے کیا ہے۔ اُن کے پی ایچ ڈی سطح کے مقالے میں اردو اور ترکی کے لسانی روابط کے کئی ایک پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے باب نمبر ۹ میں اردو اور ترکی کے مشترک الفاظ کی ایک فرہنگ درج کی گئی ہے۔ نیز وہ الفاظ جو دونوں زبانوں کا مشترک ورثہ تو رہے ہیں مگر اب متروک ہو چکے ہیں، نشان زد کر دیئے گئے ہیں۔ مقالہ نگار نے اس بارے میں اپنے شماریاتی تحقیق کے نتائج پیش کرتے ہوئے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ:

''ایک زمانہ تھا کہ اردو ترکی مشترک الفاظ کی تعداد دس ہزار کے لگ بھگ تھی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان مشترک الفاظ کی تعداد گھٹتے گھٹتے تین ہزار رہ گئی ہے۔ بہت سے الفاظ متروک ہو گئے ہیں۔''۱۶

تاریخی و جغرافیائی صورت حال کی تبدیلی کے اثرات زبانوں پر بھی مرتب ہوتےہیں۔ اردو اور ترکی زبانوں کا لسانی ڈھانچہ بھی ان اثرات کے باعث بہت حد تک تبدیل ہوا ہے۔ ان کے مابین جو لسانی روابط ماضی میں تھے، وہ موجودہ صورت حال میں بہت حد تک کم ہو گئے ہیں۔

اردو اور ترکی کے الفاظ میں اشتراک کے مطالعے کی روایت یہ واضح کرتی ہے کہ جو لسانی روابط عصرِ گذشتہ میں مستحکم تھے۔ اب ان میں کمی آ گئی ہے۔ بہت سے الفاظ جو مستعمل تھے، اب متروک ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ مشترک الفاظ میں ایک لسانی تبدیلی یہ آئی ہے کہ ماضی میں مشترک الفاظ کی نوعیت عربی و فارسی تھی جبکہ گذشتہ چند صدیوں میں یورپی نو آبادیات کی وجہ سے انگریزی اور یورپ کی زبانوں کے اثرات بھی مرتب ہوئے ہیں۔

''اردو اور ترک زبان کے مشترک الفاظ کے مطالعات میں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ماہرین نے اپنے اپنے طور پر مشترک الفاظ کی ایک طویل فہرست دی ہےلیکن ان الفاظ پر غور کریں تو ایسے الفاظ بہت کم ہیں جو اردو اور ترکی میں مشترک بھی ہوں اور وہ خالصاً ترکی بھی ہوں۔ زیادہ تر ایسے الفاظ ہیں جو عربی، فارسی یا پھر یورپی زبانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ بات قرینِ حقیقت ہے کہ ''اردو پر ترکی زبان کے اثرات بہت گہرے نہیں پڑ سکے'' (۱۷) لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ نکتہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ ''عربی اور فارسی کے بعد جس غیر ہند آریائی زبان کے نقوش اردو پر سب سے زیادہ مرتسم ہوئے تو وہ ترکی ہے''۔ (۱۸)

حواشی:

۱۔ قدرت نقوی، لسانی مقالات، (حصہ دوم)، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء)، ص: ۸۲

2۔ "Comparativelinguistics,formallycomparativegrammarorcomparative philology,studyoftherelationshiporcorrespondencesbetweentwoormore languagesandtechniquesusedtodiscoverwherethelanguageshave commonancestors."
https//:www.britannica.com/science/comparative_linguistics

۳۔ انشا، انشاءاللہ خاں، دریائے لطافت، (لکھنو: دارالناظر پریس، س ن)، ص: ۳۰۴

۴۔ ایضاً، ص: ۳۰۴

۵۔ علی بہادر خاں، ترکی زبان، (بمبئی: خلافت پریس، ۱۹۵۲ء) ص: ۲۶

۶۔ ابوسلمان، ڈاکٹر، شاہ جہان پوری، ''تابیاتِ لغاتِ اُردو'' (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۶۸ء)

۷۔ صابر علی خان، ڈاکٹر، ''ترکی اردو لغت'' (کراچی: زینت پریس، ۱۹۶۸ء) ص: ۲۷

۸۔ صابر علی، ڈاکٹر، اردو میں ترکی اور منگولی کے الفاظ، کراچی: اردو نامہ، ۱۹۶۳ء، ص: ۱۹

۹۔ محمد عبداللہ خان خویشگی، فرہنگِ عامرہ، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء)، ص: ۷

۱۰۔ پرول خٹک، اردو اور ترکی کے مشترک الفاظ، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۷۸ء)، ص: ۵

۱۱۔ گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، فرہنگِ مشترک، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۷۹ء)، ص: ۱۰

۱۲۔ عابدہ حنیف، اردو ترکی لغت، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۴ء)، ص: ۵

۱۳۔ ایضاً،ص:۸

۱۴۔ غلام حسین ذوالفقار،ڈاکٹر،ترکی کے ذریعے اردو سیکھیے، (سلام آباد:مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۰ء)،ص:۱۱

۱۵۔ اصغرحمید،ڈاکٹر،ترکی اور اردو زبان کے مشترك الفاظ، (دہلی:شاہد پبلی کیشنز،نئی ۲۰۰۶ء)، ص:۹

۱۶۔ محمد امتیاز،ڈاکٹر،اردو اور ترکی کے لسانی روابط،غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی ایچ ڈی(اردو)، پشاور:شعبۂ اُردو جامعہ۲۰۱۳ء،ص:۳

۱۷۔ ندوی،حامداللہ،اردو میں ترکی اثرات کی کمی کے اسباب،(بمبئی:ہندوستانی زبان جلد۴، اکتوبر۱۹۲۷ء)ص: ۱۱۱

۱۸۔ مرزاخلیل احمد بیگ،پروفیسر،اردو کی لسانی تشکیل،(کراچی:ادارہ یادگارِ غالب،۲۰۱۵ء)، ص:۱۹۰

مآخذ:

۱۔ ابوسلمان شاہ جہان پوری،ڈاکٹر،تابیاتِ لغاتِ اُردو،اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۶۸ء

۲۔ اصغرحمید،ڈاکٹر،ترکی اور اردو زبان کے مشترك الفاظ، دہلی:شاہد پبلی کیشنز،نئی۲۰۰۶ء

۳۔ انشا،انشااللہ خاں،دریائے لطافت،لکھنو:دارالناظر پریس،س ن

۴۔ پرول خٹک،اردو اور ترکی کے مشترك الفاظ،اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۷۸ء

۵۔ خویشگی،محمدعبداللہ خان،فرہنگِ عامرہ، اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۲۰۰۷ء

۶۔ صابرعلی،ڈاکٹر،اردو میں ترکی اور منگولی کے الفاظ" کراچی:اردونامہ،۱۹۶۳ء

۷۔ صابرعلی خان،ڈاکٹر،ترکی اردو لغت، کراچی: زینت پریس، ۱۹۶۸ء

۸۔ عابدہ حنیف،اردو ترکی لغت، اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۲۰۰۲ء

۹۔ علی بہادرخاں،ترکی زبان، بمبئی:خلافت پریس۱۹۵۲ء

۱۰۔ غلام حسین ذوالفقار،ترکی کے ذریعے اردو سیکھیے، اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۹۰ء

۱۱۔ قدرت نقوی،لسانی مقالات(حصہ دوم)،اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۸ء

۱۲۔ گوہرنوشاہی،ڈاکٹر،فرہنگِ مشترك، اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۷۹ء

۱۳۔ محمد امتیاز،ڈاکٹر،اردو اور ترکی کے لسانی روابط،مقالہ برائے پی ایچ ڈی(اردو)،پشاور:

شعبۂ اُردو جامعہ۲۰۱۳ء(غیر مطبوعہ)
۱۴۔ مرزا خلیل احمد بیگ، پروفیسر،اردو کی لسانی تشکیل،کراچی:ادارہ یادگارِ غالب،۲۰۱۵ء
۱۵۔ ندوی،حامداللہ،اردو میں ترکی اثرات کی کمی کے اسباب، بمبئی:ہندوستانی زبان،۱۹۲۷ء

☆☆☆